两个中国游客

دو چینی سیاح

عزیر احمد

ہیئن ٹسانگ

فاہیان

سیاحوں کی کہانیاں

چینی سیّاح فاہیان

اُزیر احمد

بچو! اگر آج کل تم چین جانا چاہو تو کراچی سے جہاز میں سوار ہو جاؤ گے اور بحیرۂ عرب اور بحرِ ہند کو پار کر کے سنگاپور کی بڑی بندرگاہ پر پہنچو گے، پھر وہاں سے بحیرۂ چین ہوتے ہوئے ہانگ کانگ سے یا تو تم کینٹن جاؤ گے یا ساحلِ چین کے کنارے کنارے شنگھائی کی موجودہ بندرگاہ تک یا اس سے بھی اور آگے جہاں سے ریل میں سوار ہو کر تم چین کے دارالسلطنت پہنچ سکتے ہو، لیکن ہزار بارہ سو سال قبل کراچی یا کینٹن یا شنگھائی مشہور جگہیں نہ تھیں اور چین اور ہندستان کے درمیان سفر کرنے والے سیّاحوں کو ایک دم دوسرے راستوں سے جانا ہوتا تھا۔ اس زمانے میں نہ تو ریل گاڑیاں تھیں اور نہ بھاپ سے چلنے والے جہاز اور سیاحوں کو سفر پر روانہ ہوتے وقت یہ بھی یقین نہیں رہتا تھا کہ وہ لوٹ کر گھر واپس آ بھی سکیں گے۔

اس زمانے میں سمندر کے سفر خشکی کے سفر سے زیادہ خطرناک خیال کیے جاتے تھے، کیوں کہ یہ تو ہو سکتا تھا کہ صرف قیمتی چیزوں اور روپے پیسے کا نقصان کر کے لٹیروں اور دشمنوں سے آدمی جان بچا لے، لیکن اگر ایک بے جانے ہوئے اجنبی سمندر میں جہاز پھنس جائے تو پھر بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ شاید اسی وجہ سے بودھ مذہب کے سینکڑوں مبلغوں نے چین میں اپنا مذہب پھیلانے کے لیے سمندر کی موجوں کا مقابلہ کرنے کے بدلے ہمالہ کی برف کا سامنا اور وسط ایشیا کے صحراؤں کی تکلیف جھیلنا پسند کیا۔

تم نے کتابوں میں چین کے مشہور راہب اور سیّاح فاہیان کے بارے میں پڑھا ہوگا۔ وہ پندرہویں صدی عیسوی کے شروع میں ہندستان آیا تھا اور یہاں پندرہ سال تک مذہب اور فلسفے کا مطالعہ کرتا رہا۔ آج میں اسی کے سفر کا قصہ تمھیں سناؤں گا۔

فاہیان کے تین چار سو سال پہلے سے بودھ مذہب چین میں پھیل رہا تھا۔ تمام وسط ایشیا میں، مغرب میں پامیر کے اطراف سے لے کر مشرق میں دریائے ہوآنگو کے دہانے تک سینکڑوں عبادت گاہیں قائم تھیں اور اُن میں ہزاروں راہب رہتے تھے۔ ہر زمانے میں بودھ مذہب کے سینکڑوں پیرو ہندستان سے ان جگھوں میں جاتے اور وہاں مہاتما بدھ کے مذہب کی تبلیغ اور اشاعت کرتے، لیکن کسی چینی نے اس وقت تک وسط ایشیا کے صحراؤں سے گزر کر ہندُستان کی بڑی عبادت گاہوں اور تعلیمی مرکزوں تک آنے کی ہمت نہ کی تھی۔ ہندستانی عالم جو چین میں رہتے اور تبلیغ کرتے تھے، ان سے صرف انھوں نے ان کے نام اور شہرت سُنی تھی۔

فاہیان نے چند پاک خیال ساتھیوں کے ساتھ ہندُستان آنے کا ارادہ کیا۔ یہاں آکر اس کا ارادہ بدھ مذہب کی پاک جگھوں کی زیارت اور اُس کی مقدس کتابوں اور فرمانوں کو جمع کرنا اور نقل کرنا تھا۔ آج کل ہم ہر ملک اور ہر زبان کی کتابیں آسانی سے گھر بیٹھے معمولی داموں پر خرید کر پڑھ سکتے ہیں، لیکن اُس زمانے میں آج کل جیسی چھپائی کا نام بھی کوئی نہ جانتا تھا۔ کتابوں کو ہاتھ سے نقل کرنا پڑتا تھا اور جتنی بڑی کتاب ہوتی نقل کرنے میں اتنا ہی زیادہ وقت لگتا تھا۔ بدھ مذہب کی پتاکائیں، جن کا پڑھنا بدھ مذہب کے ہر آدمی کے لیے ویسے ہی لازمی تھا، جیسے ہمارے لیے قرآن شریف، دُنیا کی سب سے بڑی کتابوں میں شمار ہوتی تھیں۔ اس زمانے میں بھی اس کتاب کی صرف چند کاپیاں تھیں۔ اس طرح تم آسانی سے اندازہ لگا سکتے ہو کہ فاہیان نے شمالی مغربی ہندُستان کے میدانی حصہ تک پہنچنے کے لیے گوبی ریگستان اور پھر اس کے جنوب میں سینکڑوں میل لانبے اونچے پہاڑوں کا دشوار اور کٹھن راستہ اختیار کر کے کتنا زبردست کام اپنے ذمہ لیا تھا۔

فاہیان کے سفر کا پہلا حصہ ۴۰ ڈگری شمالی عرض البلد کے پاس سے شروع ہو کر کوتان کے شہروں کے قریب شمال کی طرف پھیلا ہوا تھا۔ اس جگہ تک پہنچنے میں اس کو تین سال لگ گئے۔ وہاں وہ تین مہینے تک ٹھیرا رہا اور وہاں کے مشہور عالم بدھ مذہب کے جلوس کو دیکھا۔ اس جلوس کی تفصیل پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ پوری (ہندستان) کے جگنا تھ کے رتھ جاترا سے ملتا جُلتا تھا۔

اس کے سفر کا دوسرا حصہ پرساپور (موجودہ پشاور) کے پہاڑی علاقے میں

پڑتا ہے، جس کی خاصیت تم وسطی ایشیا کے نقشے سے بہ آسانی معلوم کر سکتے ہو۔ قراقرم، ہندو کش اور ہمالیہ کے پہاڑی سلسلے اسی خطے میں ملتے ہیں، اور ان پہاڑی علاقوں میں فاہیان نے تقریباً چار سو میل کا راستہ بیس ہزار فیٹ کی بلندی پر طے کیا، لیکن کہیں تم یہ نہ سوچنے لگو کہ اس کو ان علاقوں میں کھانے پینے کی چیزوں اور ٹھیرنے کی جگھوں کی تکلیف ہوئی ہوگی۔ تم کو یہ معلوم کر کے یقیناً تعجب ہوگا کہ ان پہاڑی علاقوں میں بودھ مذہب کے پجاریوں نے بے شمار خانقاہیں بنا رکھی تھیں اور ان میں ہزاروں راہب رہتے تھے اور اپنے مذہب اور عقیدے کی اشاعت کرتے تھے۔ انڈس اور اس کی تمام شاخوں جھیلم، کابل، سوات اور اس کی شاخوں اور آبشاروں کی وادیوں میں خانقاہیں قائم تھیں، جو مسافروں کے لیے کھانا کپڑا پناہ اور تعلیم و تربیت کا سامان مہیا کرتی تھیں۔ ان علاقوں میں ایسی اچھی تہذیب اور شائستگی دیکھ کر فاہیان کو بہت حیرت ہوئی۔ اس نے اور اس کے ساتھیوں نے اس حصے کے متبرک مقامات گندھر، ٹکشلا، پرشاپور اور ہراکی زیارت کی۔ انھوں نے یہاں پانچ چھے مہینے تک قیام کیا۔ اس زمانے میں انھوں نے وہاں کے ضروری رسوم بھی ادا کیے۔ اس کے بعد اس نے انڈس ندی کو پار کیا اور یکے بعد دیگرے متھرا، قنوج، ساکٹ کوشاں، نہر واسطی، کپل وستو، ویشالی، پاٹلی پتر، نالندہ، گیا، کاشی اور وسطی ہند کی سیر کی۔ وسطی ہند میں وہ مہایانا خانقاہ میں بھی گیا اور تین سال تک بے شمار مذہبی کتابوں کی نقل اور ترجمہ کرتا رہا۔ یہاں سے وہ پھر پاٹلی پتر (پٹنہ) لوٹا اور یہاں بھی تقریباً تین سال تک کتابیں نقل اور ترجمہ کرتا رہا۔ یہ کتابیں اس نے پاٹلی پتر کے علاوہ نالندہ، چمپا (بھاگل پور) اور تمرالپتی سے حاصل کی تھیں۔ اس زمانے میں تمرالپتی بندرگاہ تھا، مگر آج کل یہ شمالی اڑیسہ کے ساحل سے تقریباً ساٹھ میل کی دوری پر واقع ہے۔ یہاں سے ایک کشتی میں سوار ہو کر وہ لنکا گیا اور وہاں اپنے مذہبی اور ادبی کاموں کے سلسلے میں دو سال تک رکا رہا، آخر کار جاوا کو جانے والے جہاز میں بیٹھ کر اس نے لنکا کو خیرباد کہا۔ یہ جہاز راستے ہی میں تباہ ہو گیا اور فاہیان کو بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح وہ جاوا پہنچ گیا اور یہاں اس نے پانچ سال تک قیام کیا۔ اس زمانے میں جاوا میں ہندو مذہب کا دور دورہ تھا اور بودھ مذہب کا کوئی پیرو مشکل ہی سے ملتا تھا۔ جاوا سے وہ سنگ چاؤ چلا گیا۔ سنگ چاؤ چین کے شمالی ساحل کی ایک

بندرگاہ ہے اور جاوا سے یہاں تک کا سفر اُس نے تین مہینے میں طے کیا۔

چانگ آن سے وسطی ہند کی خانقاہوں تک جانے میں چھتے سال لگ گئے۔ چھے سال تک وہ ہندُستان میں رہا اور تمرالیپتی سے سنگ چاؤ جانے میں پھر تین سال لگے۔ میرا خیال ہے کہ آج کل شاید ہی کوئی آدمی محض مذہبی کتابوں کے نسخے جمع کرنے اور مذہبی کتابیں نقل اور ترجمہ کرنے اور دُور دراز کے ملکوں اور تیرتھ گاہوں کی سیر کرنے کے لیے پندرہ سال تک گھر بار اور عزیز و اقارب کی خیر خیریت معلوم کیے بغیر ایسی مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کر کے اِتنے دُور دراز کے مقامات کا سفر کرے گا۔

فاہیان کے بعد ایک اور چینی سیاح ہیئن تسانگ ہندُستان آیا اور سترہ سال تک یہاں کی کتابوں کا مطالعہ نقل اور ترجمہ کرتا رہا۔ اس مشہور سیّاح کے حالات تم کو پھر کبھی بتائیں گے۔

قوسِ قُزح

جب بارش یا کہر کے ننھے ذرات ہوا میں ٹنگے رہ جاتے ہیں اور سورج کی کرنوں کو منعکس کرتے ہیں تو ہمیں قوسِ قزح نظر آتی ہے۔ اگر کسی منشور میں سے سفید روشنی گزاری جائے تو وہ بھی ٹوٹ کر سات رنگوں میں تقسیم ہو جاتی ہے: سُرخ، نارنجی، زرد، سبز، نیلا، کاہی اور بنفشی۔ قوسِ قزح میں بھی یہی سات رنگ نظر آتے ہیں، لیکن ہم اُنھیں الگ الگ نہیں دیکھ سکتے، کیوں کہ سب رنگ آپس میں ملے جُلے رہتے ہیں۔ ہمیں صرف سُرخ، زرد اور نیلا رنگ نظر آتا ہے۔

جس طرح سورج کی شعاعوں سے قوسِ قزح پیدا ہوتی ہے، اُسی طرح چاند کی شعاعوں سے بھی رنگوں کا یہ خوب صورت مجموعہ تیار ہو جاتا ہے۔ چونکہ چاندنی دھوپ کے مقابلے میں ھلکی اور کمزور ہوتی ہے، اس لیے قمری قوس اکثر دکھائی نہیں دیتی۔ اگر رات کو بارش ہو کر تھم جائے اور چاند اُفق پر تیزی سے چمک رہا ہو تو رنگوں کا یہ خوب صورت مجموعہ نظر آ جاتا ہے یا پھر رات کے وقت آبشار پر دکھائی دیتا ہے۔

چینی سیّاح ہیئن ٹسانگ

ازیر احمد

بچّو! اس سے پہلے تم چینی سیاح فاہیان کے سفر کے حالات پڑھ چکے ہو۔ آج میں تمھیں ایک اور چینی سیاح اور راہب ہیئن ٹسانگ کے متعلق کچھ باتیں بتاتا ہوں، جو فاہیان کی موت کے ایک سو سال بعد ہندُستان آیا اور یہاں اس نے کتابوں کے مطالعے، نقل اور ترجمے میں سترہ سال (۶۴۵ - ۶۲۹) بسر کیے۔ تم نے اس کے متعلق بھی اپنی تاریخ کی کتابوں میں پڑھا ہوگا۔ ہندُستان کے متعلق ہیئن ٹسانگ کے لکھے ہوئے حالات اس قدر اہم ہیں کہ ساتویں صدی، یعنی جب وہاں ہرشا وردھن کی حکومت تھی، کی تاریخ اور جغرافیے کا مطالعہ ان کے مطالعے کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ میں اس کے سفر کے حالات بیان کرنا نہیں چاہتا کیوں کہ وہ بجنسہٖ فاہیان کے سفر کے حالات سے ملتے جُلتے ہیں۔ اس کے بعد ایک اور چینی سیاح آئی ٹسنگ بھی ہے، جس کے حالات اتنے عام تو نہیں، لیکن اس کے سفر کے حالات کئی وجہوں سے بہت اہم ہیں۔

ہیئن ٹسانگ کی واپسی پر آئی ٹسنگ نے اس سے ملاقات کی تھی اور اس سے ہندستان کے متعلق بہت سی معلومات حاصل کی تھیں۔ ۶۶۴ء میں وہ ہیئن ٹسانگ کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوا اور اسی وقت اس نے ہندستان کی سیاحت کر کے دوسرے سیاحوں کی طرح شہرت حاصل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

وہ خشکی کے راستے کے بجائے بحرِ چین کے تجارتی راستے سے روانہ ہوا۔ ۶۷۱ء میں وہ یانگ چاؤ کی بندرگاہ سے ایک ایرانی تجارتی جہاز میں روانہ ہوا اور موافق ہوا کی مدد سے ملک سری بھوج (سماترا اور ملایا کے جزیرہ نما کے جنوب میں جو غالباً اس وقت کسی بادشاہ کے ماتحت تھا) پہنچا۔ یہاں اس نے چھے سال تک قیام کر کے سنسکرت سیکھی۔ بادشاہ نے اس کے ادبی اور مذہبی ذوق کی تکمیل میں مدد کی اور وہاں سے ہندُستان جانے کے لیے اس کو اپنی کشتی دے دی، جس میں سوار ہو کر وہ شمال کی طرف روانہ ہو گیا۔ دس دن

کے بعد وہ نیکوبار جزیرے پر پہنچا، جہاں اس زمانے میں کالے رنگ کے ننگے لوگ آباد تھے۔ وہاں سے وہ پندرہ دن میں بنگال کے جنوبی ساحل تمرالپتی پہنچا اور پھر وہاں سے نالندہ کے لیے روانہ ہوا، جہاں وہ ۶۷۳ء میں پہنچا۔

یہاں اُس نے دو سال تک مختلف تیرتھ گاہوں کی زیارت کی، پھر دس سال تک نالندہ یونیورسٹی کے اندر مطالعہ اور کتابیں اور مسودے نقل کرنے کی غرض سے گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتا رہا۔ ۶۸۵ء میں وہ نالندہ سے واپس تمرالپتی روانہ ہوا، جہاں سے کشتی میں بیٹھ کر جزیرہ نما ملایا کے ملک بھوج روانہ ہوگیا۔ اس زمانے میں مالے کے جزیروں میں علم حاصل کرنے کے بہتیرے مراکز تھے اور آئی ٹسنگ یہاں چھے سال سے زیادہ عرصے تک کتابوں کا مطالعہ اور انھیں حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ زندگی کے پچیس سال گھر سے باہر گزارنے کے بعد ۶۹۵ء میں اپنے ملک واپس آیا۔ اس عرصے میں اس نے اپنے ہموطنوں کے لیے چار سو کتابیں جمع کیں، جس میں پانچ لاکھ سے زیادہ اشعار تھے۔

آئی ٹسنگ کے سفرنامے کی اہمیت یہ ہے کہ اس سے ہمیں مالے کے جزیرے میں بدھ مذہب کی اشاعت کے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ہمیں اس کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں صدی کے آخر میں ایک طرف شمالی اور جنوبی ہندستان میں اور دوسری طرف چین اور مالے کے جزیرے میں آزاد تجارت ہوتی تھی۔ ہمیں اس کے سفر کے حالات پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ برما سے لے کر کوریا کے قریب تک ایشیا کے پورے ساحلی علاقے میں بدھ مذہب کی خانقاہیں اور تعلیم گاہیں موجود تھیں اور ان ملکوں کے رہنے والوں میں ہندستان کے مذہب اور رسم و رواج کی اشاعت ہوتی تھی۔

یہ بات اب معلوم ہوتی ہے کہ سیام، کمبوڈیا، انام، سماترا، جاوا اور ملایے ارچی پلگو کے دوسرے جزیروں کے باشندوں کے عقائد اور رسم و رواج پر صدیوں تک ہمارے ملک کا بہت گہرا اثر رہا ہے اور پھر ایک ایسا وقت آئے گا جب ان ملکوں میں ایک نئے اور ترقی یافتہ عقیدے کی اشاعت کے لیے استادوں کی ضرورت ہوگی۔